© rasailojaraid.com

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب، لاہور

ج (۱) خلافت راشدہؓ کے بعد جب ملوکیت کا دور آیا تو اس تبدیلی سے زوال کا ایک انداز پیدا ہوگیا تھا جسے روکنے کے لیے علماء حقہ نے قانون مدوّن کرکے سلاطینؒ اُمراء کو اس کا پابند بنانا چاہا اور اس وقت تک سلاطین سے تعاون نہیں کیا جب تک قانون مدوّن نہ ہوگیا۔ اسے لوگ عدم تعاون سے تعبیر کرتے ہیں مگر تعاون میں یہ تامل اس لیے تھا کہ اگر قانون کے مدوّن ہونے سے پہلے سلاطین سے تعاون کیا گیا تو قانون کی بالادستی مجروح ہوگی اور سلاطین کی رائے کو برتری ہوگی۔ قانون کی تدوین زوالِ سیرت کو روکنے کے لیے ضروری تھی کیونکہ انفرادی زندگی میں اخلاق مصلحت بن رہا تھا اور معاشرتی زندگی میں نسلی تفاخر خود پسندی عربی و عجمی کا امتیاز آقا و غلام کا امتیاز اور حاکم و محکوم کا امتیاز غالب آنے لگا تھا لیکن اسلامی اقدار مٹی نہیں تھیں اس لیے سلاطین کے اقتدار کی بدولت قانون کو قوت نافذہ میسر تھی اور علماء کی ذمہ داری قانون سازی کے ذریعے اقدارِ حیات کی حفاظت تھی۔

مگر جب سلاطین کی نوازشات کی بدولت علماء میں شریعت کی بجائے تشریع (لفظِ قانون کی پیروی) کا نقطۂ نگاہ پیدا ہُوا تو احکامِ شریعت کی اتباع میں خلوص ناپید ہونے لگا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے صوفیاء نے تزکیے کی خاطر طریقت پر زور دیا اور مسلم معاشرے میں شریعت و طریقت دینی زندگی کے دو مظہر بن گئے۔ جب تک سلاطین اقتدار سے اور قانون قوتِ نافذہ سے محروم نہیں ہوگئے قانون سازی کے ذریعے اقدارِ حیات کی حفاظت کی جاتی رہی لیکن انسان کی مجبوری یہ ہے کہ جب مؤثرات زندگی یعنی علم اخلاق مذہب، معاشرت، معیشت، سیاست اور بین الاقوامی زندگی بدل جائیں تو جو تدبیر اقدارِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یات کی حفاظت کے لیے اس تبدیلی سے پہلے وضع کی گئی تھی اُس کی خلاف ورزی کے بغیر زندگی کے تقاضے پورے ہونے بند ہو جاتے ہیں اس صورتِ حال میں فقہائے اسلام جتہاد کے ذریعے طریقِ کار میں وہ تبدیلی لانا چاہتے ہیں جس سے انحراف کی راہ اختیار کرنے لوں کو روکا جاسکے مگر ہمہ گیر اجتہاد اور فقہی اجتہاد میں فرق ہے اگر مؤثراتِ زندگی بدل جائیں، ور زندگی کے تقاضے انحراف کے بغیر پورے ہونے بند ہو جائیں، تو فقہی اجتہاد اس لئے بے اثر ہو جاتا ہے کہ قانون کی پیروی کی آرزو ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً جب مسلم معاشرہ عالمی سطح کے معاشی انقلاب سے دوچار ہوا تو غالب معاشی نظام کی رُو سے تخلیقی جدوجہد کا تعطل حلّت و حرمت ربا سے صرفِ نظر کئے بغیر رفع نہ کیا جا سکا۔ اس صورت حال میں معاشی تخلیقی جدوجہد کے تعطّل کو رفع کرنے کے لئے ربا کو منافع کہنے کا اجتہاد انحراف سے نہ بچا سکا جس کی وجہ یہ تھی کہ تخلیقی جدوجہد کے تعطّل کو رفع کرنے کے لیے قرآن نے جو قرضِ حسنہ کو فرض عین قرار دیا تھا اسے مذہبی ذہن نے انفرادی ملکیت کے سرمایہ دارانہ تقدس کی خاطر مستحب قرار دیدیا۔

اندریں صورت جو اجتہاد اس صورتِ حال کا علاج تھا وہ قرض حسنہ کو لازم کرنے سے ممکن تھا جسے فقہی اجتہاد کی کم نگاہی زندہ نہ کر سکی۔

ج (۲) اجتہاد قانون سازی کے اندر جو نقص ہوتا ہے اس کو رفع کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے لیکن اگر تاریخی انقلاب نے اقدارِ حیات کو باقی ہی نہ رہنے دیا ہو تو قانون کا وظیفہ اقدارِ حیات کو پیدا کرنا نہیں، بلکہ قانون صرف ان کی حفاظت کر سکتا ہے بشرطیکہ اقدار مٹی نہ ہوں اور قانون کو قوتِ نافذہ میسر ہو۔ اگر اقدارِ حیات مٹ گئی ہوں تو وہ قانون سازی سے زندہ نہیں ہو سکتیں انھیں دوبارہ پیدا کرنے کے لئے وہی طریقۂ کار اختیار کرنا ہوگا جس سے وہ پہلے پیدا ہوئی تھیں اور وہ قانون سازی نہیں تھا بلکہ اصلاحِ زندگی کے ضامن نصب العین کے لیے جدوجہد کرنے سے وہ اقدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیدا ہوئی تھیں۔ اس بات کو سمجھ لیں تو فقہی اجتہاد اور فکری اجتہاد میں امتیاز واضح ہوگا۔

ج (۳) اوامر و نواہی کی ایسی تشکیل جس میں ان کی پیروی سے اقدار حیات محفوظ ہو جائیں اور ان کے خلاف ارتکاب کی راہ مسدود ہو جائے۔ اجتہاد کہلائے گی۔

ج (۴) قیاس و استنباط کی دو حیثیتیں ہیں ایک تمثیلی اور دوسری استحسانی قرآن و سنّت کے احکام کی تعبیر میں یا تمثیلی قیاس و استنباط کو اختیار کیا گیا ہے یا استحسانی۔ اگر قانون کی اصلاح نصب العین کے حوالے سے قانون کے مطابق زندگی کو منضبط و منقاد بنانے کے لیے کی گئی ہوتی تو قرآن و سنّت کے احکام کی تعبیر میں دونوں قسم کا قیاس و استنباط بیک وقت کارفرما ہوتا اور قرآن و سنّت کے احکام کی تعبیر کو اجتہاد سمجھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

ب۔ سنّت قرآن کے احکام کے عین مطابق عمل کے نمونۂ کمال کی حیثیت رکھتی ہے اگر ہم نے سنّت کو مآخذِ قانون سمجھا ہوتا اور اس کے ماخذِ قانون ہونے میں پہلے سنّت اور حدیث اور پھر حدیث اور روایت کے درمیان عزیمت کی بجائے رخصت پر عمل کرنے کی خاطر التباس پیدا نہ کیا ہوتا تو سنّت سے نہ غلامی کو دوام میسر آتا نہ باندیوں سے جنسی تمتع کا جواز نکلتا۔

ج (۵) اگر ائمہ اربعہ کے دور سے لے کر آج تک مؤثراتِ زندگی یعنی علمِ اخلاق مذہب، قانون، معاشرت، معیشت، سیاست اور بین الاقوامی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑا، تو حضرت شاہ ولی اللہ کی رائے سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں لیکن اگر انفرادی زندگی میں مقصدیت کی بجائے بے مقصدی غالب آگئی ہو اور حصول نصب العین کی جدوجہد میں کامیابی پر ایمان باقی نہ رہا ہو اور خواہشات ضبط و انقیاد کی پابند نہ رہی ہوں اور معاشرتی زندگی میں کلمۂ طیبّہ کی بجائے جغرافیائی وحدت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسنسلی وحدت عمرانی وحدت کے شعور کی اساس بن گئی ہو اور معیشت میں حرص و لالچ اور بخل کے غالب آجانے کی وجہ سے انفرادی ملکیت کا تقدس قائم ہو گیا ہو اور زندگی کے سیاسی پہلو میں ہوس اقتدار اتنی غالب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نشاندہی ان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل اللہ کے باوجود کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر معاہدہ عمرانی کا وجود میں لانا غیر ضروری متصور ہوتا ہو اور بین الاقوامی سطح پر اسلام کے خلاف دشمنی اتنی شدید ہو کہ اس میں کسی اضافے کی گنجائش باقی نہ رہی ہو اور عالم اسلام کے اندرونی انتشار نے امت مسلمہ کی وحدت کے شعور کو اتنا فنا کیا ہو کہ عالم اسلام ایسی سینتالیس متقدر ریاستوں میں اختلال پذیر ہو کر رہ گیا ہو جو آپس ہی میں محاذ آرائی میں مصروف ہوں اور غیر اسلامی دنیا کی اسلام دشمنی بھی ان کے اندر اسلامی اتحاد کا شعور پیدا کرنے سے قاصر ہو تو کیا آئمۂ اربعہ کے اجتہاد کی پیروی عالم اسلام کے اس ابتلاء کا مداوا ہو سکتی ہے۔ اگر ہو سکتی ہے تو "چشم ما روشن دل ما شاد"۔

ج (۶) فقہ اسلامی میں جمود کا اصلی سبب قرآنی اصطلاحات کا مفہوم خود قرآن سے اخذ کرنے کی بجائے لغت سے اخذ کرنا ہے۔ مثلاً کتاب و سنت کے حوالے سے کتاب ایک لکھے ہوئے ضابطے سے زیادہ متصور نہیں ہوتی اگر یہ صحیح ہو تو کافروں پر قرآن مجید کے اس طنز کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا۔ ولا ھدی ولا کتاب منیر اگر کتاب لکھا ہوا ضابطہ ہی ہے تو اسے توریت کی تمثیل پر قیاس کیا گیا ہے اور توریت کی تقدیر یہ ہے کہ اس کا پیرو کوئی معاشرہ زوال میں مبتلا ہونے کے بعد نئی بعثت کے بغیر کبھی زوال سے نہیں نکل سکا۔ اس لئے قرآن کو بحیثیت کتاب توریت کی تمثیل پر قیاس کرنے والا ذہن ختم نبوت کی بنیاد پر اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل سے مایوسی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ج (۷) ائمہ اربعہ جس ماحول میں اجتہاد کی طرف متوجہ ہوئے تھے اس میں پیغمبرانہ تعلیمات سے پیدا ہونے والی اقدارِ حیات مٹ نہیں گئی تھیں اس لیے اس دَور میں قانون سازی کی جدوجہد کتاب وسنّت، اجماعِ صحابہ اور قیاس کی بنیاد پر کی گئی تھی اور تکمیلِ دین کا مفہوم تکمیلِ فقہ سمجھا گیا تھا مگر جسے قرآن تکمیلِ دین کہہ رہا ہے وہ تکمیلِ فقہ ہرگز نہیں ہے کیونکہ فقہی ذہن نے تکمیل دین کا مفہوم الیوم اکملت لکم دینکم۔ کے حوالے سے متعین کیا ہے مگر جب ہم پوری آیت پر غور کرتے ہیں یعنی الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشونی، الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ تو تکمیل دین اس رہنمائی سے عبارت ہو گی جس میں ولو کرہ المشرکون کے چیلنج کو پورا کرنے کی ضمانت تھی۔ اور وہ رہنمائی فقہی محکمات پر مشتمل تھی بلکہ تکوینی محکمات پر مشتمل تھی اور تکوینی محکمات وہ کائناتی قوانین ہیں جن سے اوامر ونواہی کے اتباع کا ہم آہنگ ہونا اتنا ضروری ہے کہ اگر وہ ہم آہنگی پیدا نہ ہو تو تمام اوامر ونواہی کی پیروی انحراف کے برابر ہو جاتی ہے۔

اندریں صورت آئمہ اربعہ کے اصول اجتہاد اگر یہ ہوں کہ پہلے قرآن پھر حدیث پھر اجماع صحابہ پھر قیاس پھر اجتہاد تو تو قرآن معاذ اللہ خاکم بدہن پانچویں درجے میں ناقص ماخذ قانون قرار پاتا ہے جس کی کمی پہلے حدیث سے پھر اجماعِ صحابہؓ سے، پھر قیاس سے، پھر اجتہاد سے پوری کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ امر غور طلب ہے کہ ایسی صورت حال جس میں اقدارِ حیات مٹ رہی ہوں اور قانون سازی موثرات زندگی کے بدل جانے کی صورت میں بے نتیجہ ہو گئی ہو تو اجتہاد ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے نتیجہ ہو کر رہ جاتا ہے پھر اس کے اصولوں کے بدلنے نہ بدلنے کا سوال ہی بے معنی ہے۔

ج (۸) جب اجتہاد ہی بے اثر ہو گیا تو مجتہد کے اوصاف عالیہ کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ بلکہ قانون سازی کی بجائے پیغمبرانہ مقاصد کے لیے انقلاب کی احتیاج پیدا ہو گئی ہے۔

ج (۹) فقہی اجتہاد نہیں بلکہ فکری اجتہاد ناگزیر ہو گیا ہے اور اس کا طریقہ صرف کتاب و سنت پر توجہ کو مرکوز رکھنے کے لیے شرک فی النبوت سے اجتناب کو ضروری سمجھنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سنت رسول اللہ صلعم کے مقابلے میں کسی شخص کی رائے کو جگہ نہ دی جائے۔

ج (۱۰) جب تک پہلے یہ بات واضح نہ ہو کہ اسلامی ریاست ہوتی کیا ہے تب تک مہابھارت کے برابر ضخیم جواب لکھنا بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔ اسلامی ریاست اسلامی معاشرے کے منظم ہونے سے وجود میں آتی ہے اور اسلامی معاشرے کے خصائص ہیں کہ وہ نوعِ انسانی کی وحدت کے تصور پر مبنی ہو اور اخلاقی جد و جہد کرنے والے اور روحانی الذہن افراد پر مشتمل ہو جنکی جد و جہد کا رُخ یہ ہو کہ فرد اور معاشرہ ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ رہیں اور اس معاشرہ میں استحکام کی اساس محمد رسول اللہ صلعم کی غیر مشروط اطاعت اور آپ کی ذات گرامی سے غیر منقسم وفاداری ہو تنظیم مطیع و مطاع کے وجود میں آنے کا نام ہے جب یہ دونوں وجود میں آ جاتے ہیں تو مطاع کو قانونی حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جبراً بھی اطاعت طلب کر سکتا ہے اگر اطاعت ہوس اقتدار کی تسکین کے لیے طلب کی جائے تو ایک ظالمانہ نظام وجود میں آتا ہے اور فلاحی ریاست کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے ایسے مستبد نظام کو روکنے اور فلاحی ریاست کے وجود میں لانے کی شرط یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلمہ طیبہ کی بنیاد پر معاہدۂ عمرانی وجود میں آئے جس کے نتیجے میں مطیع اور مطاع دونوں کے لئے منزل من اللہ احکام یکساں واجب التعمیل ہوں۔ صرف ایسی ہی ریاست کو اسلامی ریاست کہا جائیگا نیز مطاع محسوس کے بغیر معاہدۂ عمرانی وجود میں نہیں آسکتا اس لیے قرآن مجید کے اس حکم کی بنا پر اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ معاہدۂ عمرانی کا وجود میں آنا ہی اسلامی ریاست کا صورت پذیر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ساری کائنات کی حاکمیت ہے اور یہ ایک مابعد الطبیعی تصور ہے سیاسی تصور نہیں کیونکہ خدا کی ذات نامشہود ہے اور مطاع نامشہود کے ساتھ معاہدہ عمرانی متصور نہیں ہوسکتا اسی لیے اللہ پاک فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ صدیق اکبرؓ بھی اپنے آپ کو خلیفۃ رسول اللہ کہتے ہیں اور فقہ کی زبان میں محمد رسول اللہؐ ہی شارع (LAW-GIVER) ہیں اور اسلامی ریاست میں محمد رسول اللہؐ کے علاوہ کسی کا مطاع ہونا ناقابلِ تصور اور ناقابلِ عمل ہے جو لوگ خدائی حاکمیت پر اصرار کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی حاکمیت کے پردے میں رسول اللہ صلعم کے نمونۂ سیاست سے آزاد ہو کر اپنی حاکمیت قائم رکھنا چاہتے ہیں جو شرعاً وعقلاً ہر اعتبار سے ناپسندیدہ ہے۔

مفتی شیخ محمد حسین صدر مؤتمر علماء شیعہ رجسٹرڈ پاکستان مہتمم سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

(۱) اسلام میں قانون سازی کا دائرہ

یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اسلام میں قانون سازی یا بالفاظ دیگر دین سازی کا حق صرف مالک یوم الدین۔ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ الا لہ الحکم ولہ الامر خداوند عالم نے قانون سازی کا یہ حق نہ کسی نبی و رسولؐ

© rasailojaraid.com